انتخاب

از رسالہ "برھان" بابت ماہ مئی ۱۹۷۰ء

مجموعہ قوانینِ اسلام جلد سوم

سعید احمد اکبر آبادی

از جناب تنزیل الرحمٰن تقطیع کلاں ضخامت ۴۳۸ صفحات کاغذ اور ٹائپ اعلیٰ قیمت مجلد ۱۵/

پتہ :- ادارۂ تحقیقاتِ اسلامی، اسلام آباد، مغربی پاکستان

اس کتاب کی پہلی دو جلدیں جو نکاح اور طلاق کے مسائل پر مشتمل تھیں، "برہان" میں ان پر تبصرہ ہو چکا ہے۔ یہ کتاب کی تیسری جلد ہے جو پانچ ابواب نسب، اولاد (۱) حضانت (۲) اولاد اور آباؤ اجداد (۳) کا نفقہ۔ ہبہ (۴) اور وقف (۵) پر مشتمل ہے۔ اس جلد میں بھی فاضل مؤلف کا طریق بحث وگفتگو وہی ہے جو سابقہ جلدوں میں تھا یعنی پہلے دفعات کی شکل میں نفس مسئلہ اور اس کی تشریح اس کے بعد اس مسئلہ میں ائمہ فقہاء کا جو اختلاف ہے وہ مع دلائل و براہین کے پھر اس سلسلہ میں ممالکِ اسلامیہ کے ہاں الگ الگ جو قانون ہے اور خود پاکستان میں جو نظائر ہیں ان کو تحریر کرتے اور آخر میں ان سب پر محاکمہ کر کے تجویز کی شکل میں اپنی رائے قلمبند کرتے ہیں۔ زبان شگفتہ اور سلیس طرز بیان واضح اور سلجھا ہوا ہے اور ایک بات بھی بغیر مستند حوالہ کے نہیں ہے جہاں تک مسائل اور امور زیر بحث کی تحقیق و تنقیح کا تعلق ہے اس میں شبہ نہیں فاضل مؤلف نے کوئی کسر اٹھا کر نہیں رکھی ہے اور اس بنا پر ہند و پاک میں ان کا کام اپنی نوعیت میں پہلا ہے۔ رہے مؤلف کے اپنے افکار و آراء تو ظاہر ہے جب آج تک کسی مسئلہ میں فقہاء کا اتفاق نہیں ہوا تو اب کیونکر ہو سکتا ہے۔ تاہم علماء کرام کے لئے یہ امر باعثِ اطمینان ہونا چاہیئے کہ جسٹس ایس۔ اے رحمٰن ایسے معتدل اور متوازن شخص نے مؤلف کو اجتہاد کے بجائے قدامت پسندی کی طرف زیادہ قائل ہونے کا "طعنہ" دیا ہے۔ (ص ۸۲۷) بہر حال بعض مقامات پر اختلاف ہمیں بھی ہے مثلاً

اکثر مدت حمل کے باب میں جناب مؤلف نے حضرت عائشہ رض کی روایت کی بنیاد پر احناف کے مذہب یعنی دو برس کو ترجیح دی ہے۔ تعجب ہے موصوف نے پوری بحث میں کہیں قرآن کی آیت حملہ وفصالہ ثلاثون شہراً کا ذکر نہیں کیا۔ حالانکہ ہماری رائے میں اس بحث میں اس آیت کو ہی مدار بحث ہونا چاہیئے۔ عربی زبان کے قاعدہ کے مطابق اس آیت کے دو مطلب ہو سکتے ہیں (۱) ایک یہ کہ حمل اور شیر خوارگی دونوں کی مدت الگ الگ ڈھائی برس ہے۔ (۲) اور دوسرا یہ کہ حمل اور شیر خوارگی دونوں کی مجموعی مدت ڈھائی برس ہے۔ پہلا مطلب چونکہ تجربہ ومشاہدہ عرف وعادت اور طب کے خلاف ہے۔ اس بنا پر دوسرا مطلب ہی قابل قبول ہو سکتا ہے لیکن یہ یاد رکھنا چاہیئے کہ آیت میں ڈھائی برس کا ذکر عدد معین کے حصر کے لئے نہیں ہے جیسا کہ قرآن کی بعض اور آیات میں بھی ہے بلکہ مقصد حمل اور شیر خوارگی کی تقریبی مدت کا بیان ہے۔ اس کا مطلب یہ ہوا کہ از روئے قرآن ان دونوں کی مدت ڈھائی برس سے کم بھی ہو سکتی ہے اور زیادہ بھی۔ اس بنا پر اس آیت سے بطور دلالتہ النص کے یہ بھی معلوم ہو گیا کہ شریعت (قرآن) نے از خود کوئی مدّت معین نہیں کی ہے بلکہ چونکہ یہ معاملہ خیر وشر اور سزا وجزا کا نہیں تھا اس لئے اس کو فقہائے امت کے حوالہ کو دیا ہے کہ وہ علم وتجربہ مشاہدہ اور عرف وعادت کی روشنی میں اس کی مدّت مقرر کریں۔ چنانچہ قرآن میں ایک اور جگہ جہاں حمل کا ذکر ہے اس کی مدّت کو معین نہیں کیا گیا۔ بلکہ مبہم چھوڑ دیا گیا ہے۔ وہ آیات یہ ہیں:- الم نخلقکم من ماءٍ مھین۔ فجعلناہ فی قرارٍ مکین۔ الیٰ قدرٍ معلوم۔ اور یہی وجہ ہے کہ امام مالک، امام احمد بن حنبل اور دوسرے فقہاء نے اکثر مدت حمل کا جو تعین کیا ہے وہ اپنے اپنے تجربات اور مشاہدات کی روشنی میں کیا ہے۔ امام مالک سے جب حضرت عائشہ رض کی روایت کا ذکر کیا گیا، جس میں دو برس کا ذکر ہے تو امام عالی مقام نے فرمایا سبحان اللہ یہ کون کہتا ہے۔ ہماری پڑوسن چار برس تک حاملہ رہی ہے اس قسم کے اقوال شافعی امام احمد بن حنبل سے ائمہ فقہاء میں اور صحابہ میں حضرت عثمان رض اور حضرت علی رض سے منقول ہیں۔ مولوی تنزیل الرحمٰن صاحب نے اپنے استدلال کی تمام تر بنیاد حنفی مسلک کے اتباع میں حضرت عائشہ رض کے قول پر رکھی ہے جس کو ایک خاتون جمیلہ بنت سعد نے نقل کیا ہے لیکن اس روایت کی حیثیت یہ ہے کہ مرفوع نہیں موقوف ہے علاوہ ازیں حضرت عائشہ رض کی یہ عادت مستمرہ ہے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم سے سنی ہوئی کوئی بات جب کبھی بیان فرماتی ہیں تو آنحضرت

صلی اللہ علیہ وسلم کا حوالہ ضرور دیتی ہیں لیکن اس روایت میں ایسا کوئی حوالہ موجود نہیں ہے اس بنا پر اغلب یہ ہے کہ یہ قول رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا ارشاد نہیں ہے بلکہ حضرت عائشہؓ طب سے خوب واقف تھیں اور اس قسم کے معاملات سے متعلق ان کا علم بھی اس درجہ وسیع تھا کہ اکابر صحابہ ان سے مشورہ کرتے تھے. اس بنا پر قول زیر بحث ان کی ذاتی رائے ہے جو ان کے اپنے علم و تجربہ اور مشاہدہ پر مبنی ہے۔ علاوہ ازیں ہمیں اس سے بھی اتفاق نہیں ہے کہ کسی صحابی کا منفرد قول ہر حال میں حجت ہوگا۔ اس پر شبہ نہیں کہ صحابی خواہ کسی مرتبہ یا درجہ کا ہو بہرحال اس کی طرف دروغ بیانی کی نسبت نہیں ہو سکتی لیکن یہ نہیں بھولنا چاہئے کہ سب صحابہ اپنی ذہانت استعداد فہم اور حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ شرف صحبت و محبت کے اعتبار سے یکساں حیثیت اور مرتبہ کے نہیں تھے۔ اس بنا پر اگرچہ کسی صحابی کو کاذب نہیں کہا جا سکتا لیکن ان کے متعلق غلط فہمی کا شبہ ضرور کیا جا سکتا ہے۔

فاضل مؤلف نے اپنے استدلال کے سلسلہ میں ایک عجیب بات یہ بھی لکھی ہے کہ یہ حدیث (حضرت عائشہؓ) اگرچہ موقوف ہے لیکن حکم میں مرفوع کے ہے۔ کیونکہ مقادیر کا تعین قیاس پر نہیں ہو سکتا بلکہ وہ موقوف علی الوحی ہے (ص ۴۸۵) یہ صحیح ہے کہ مقادیر کا تعین قیاس پر نہیں ہو سکتا لیکن کون سے مقادیر؟ یہ وہ مقادیر شرعیہ ہیں جن کے بغیر کوئی فرض عبادت منصوص فی القرآن ادا ہی نہ ہو سکتی ہو مثلاً نماز میں مقادیر رکعات، زکوٰۃ میں نصاب کی مقدار اور حج میں طواف اور سعی کے لئے سات کی مقدار ان مقادیر شرعیہ کا حکم بے شبہ یہ ہے کہ اگرچہ ان کا ذکر قرآن مجید میں نہیں ہے لیکن اس کے باوجود ان کی حیثیت منصوصات قرآنی کی ہے اور اسی لئے فرض یا واجب ہیں اور ان میں کمی بیشی نہیں ہو سکتی لیکن حمل وغیرہ کی مدت مقادیر کی اس قسم میں داخل نہیں قرآن میں اقل مدت حمل پر تو دلالت ہوتی ہے لیکن اکثر مدت کی تحدید پر کوئی اشارہ بھی نہیں اور آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کا کوئی قول بھی موجود نہیں۔ حضرت عائشہؓ نے جو کچھ فرمایا وہ ان کی ذاتی رائے ہے۔ یہ حالات اس امر کا قرینہ ہیں کہ مسلمانوں کے ارباب علم و فضل علم تجربہ اور مشاہدہ کی روشنی میں مدت زیر بحث کا تعین کر سکتے ہیں۔ ان وجوہ کے باعث ہمارے نزدیک ایک حضرت عائشہؓ کے قول پر ہی انحصار کر لینا درست نہیں ہے اور اس میں طبعی اور غیر طبعی مدت کا فرق اور ہر مدت کے لئے ثبوت نسب کے سلسلے میں الگ الگ احکام بھی ہونے چاہئیں۔